داعی کا زادِ راہ

فَاَمَّا الْیَتِیْمَ فَلَا تَقْهَرْ وَ اَمَّا السَّآئِلَ فَلَا تَنْهَرْ وَ اَمَّا بِنِعْمَةِ رَبِّكَ فَحَدِّثْ (الضحیٰ ۹۳: ۹-۱۱)

لہٰذا یتیم پر سختی نہ کرو اور سائل کو نہ جھڑکو اور اپنے رب کی نعمت کا اظہار کرو۔ (تفہیم القرآن: سید ابوالاعلیٰ مودودیؒ)

سو جو یتیم ہو اس کو مت دبا، اور جو مانگتا ہو اس کو مت جھڑک، اور جو احسان ہے تیرے رب کا سو بیان کر (موضح الفرقان: مولانا محمود الحسنؒ)۔

تفسیر القرآن العظیم: حافظ عماد الدین اسماعیل بن کثیرؒ

فرماتا ہے کہ یتیم کو حقیر نہ کر، نہ ڈانٹ ڈپٹ کر، بلکہ اس کے ساتھ احسان و سلوک کر، اور اپنی یتیمی کو نہ بھول جا۔ قتادہؒ فرماتے ہیں، یتیم کے لیے ایسا ہو جانا چاہیے جیسے سگا باپ اپنی اولاد پر مہربان ہوتا ہے۔

سائل کو نہ جھڑک۔ جس طرح تم بے راہ تھے اور خدا نے ہدایت دی، تو اب جو تم سے علمی باتیں پوچھے، صحیح راستہ دریافت کرے، تم اسے ڈانٹ ڈپٹ نہ کرو۔ ابن اسحاقؒ کہتے ہیں: غریب، مسکین، ضعیف بندوں پر تکبر اور جبر نہ کرو، انھیں ڈانٹو ڈپٹو نہیں، بُرا بھلا نہ کہو، سخت سست نہ بولو۔ قتادہؒ کہتے ہیں: اگر مسکین کو کچھ نہ دے سکو، تو بھی بھلا اور اچھا جواب دو، نرمی اور رحم کے ساتھ واپس کرو۔

پھر فرمایا کہ اپنے رب کی نعمتیں بیان کرتے رہو۔ یعنی جس طرح تمھاری فقیری کو ہم نے تونگری سے بدل دیا، تم بھی ہماری ان نعمتوں کو بیان کرتے رہو۔ اسی لیے حضورؐ کی دعاؤں میں یہ بھی تھا واجعلنا شاکرین لنعمتک، مثنین بها علیک، قابلیها، و اتمها علینا، یعنی خدایا ہمیں اپنی نعمتوں کی شکر گزاری کرنے والا، ان کی وجہ سے تیری ثنا بیان کرنے والا، ان کا اقرار کرنے والا کر دے، اور ان نعمتوں کو ہمیں بھرپور دے۔ ابونضرہؒ فرماتے ہیں کہ مسلمانوں کا یہ خیال تھا کہ نعمتوں کی شکرگزاری میں یہ

بھی داخل ہے کہ ان کا بیان ہو۔ مسند احمد میں ہے جس نے تھوڑے پر شکر نہ کیا اس نے زیادہ پر بھی شکر نہیں کیا، لوگوں کی شکرگزاری جس نے نہ کی اس نے خدا کی بھی نہیں کی۔ صحیحین میں حضرت انس ؓ سے مروی ہے کہ مہاجرین نے کہا، یارسول اللہ ؐ، انصار ؓ سارا کا سارا اجر لے گئے۔ فرمایا، نہیں، جب تک کہ تم ان کے لیے دعا کیا کرو اور ان کی تعریف کرتے رہو۔ احمد اور ابوداؤد میں ہے: اس نے خدا کی شکرگزاری نہیں کی جس نے لوگوں کی شکرگزاری نہ کی۔ ابوداؤد کی ایک اور حدیث میں ہے: جسے کوئی نعمت ملی اور اس نے اسے بیان کیا، تو وہ شکرگزار ہے۔ اور جس نے اسے چھپایا، اس نے ناشکری کی۔ ایک اور روایت میں ہے کہ جسے کوئی چیز دی جائے، اسے چاہیے کہ ہو سکے تو بدلہ اتار دے۔ اگر نہ ہو سکے تو اس کی تعریف کرے۔ جس نے تعریف کی وہ شکرگزار ہوا، اور جس نے اس نعمت کا اظہار نہ کیا اس نے ناشکری کی۔

مجاہد ؒ فرماتے ہیں یہاں نعمت سے مراد نبوت ہے، ایک روایت میں ہے، قرآن مراد ہے۔ حضرت علی ؓ فرماتے ہیں، مطلب یہ ہے کہ جو بھلائی کی باتیں تم کو معلوم ہیں وہ اپنے بھائیوں سے بھی بیان کرو۔ ابن اسحاق ؒ کہتے ہیں جو نعمت نبوت کی تمھیں ملی ہے اسے بیان کرو، اس کا چرچا کرو اور اس کی طرف لوگوں کو دعوت دو۔

مواہب الرحمٰن: مولانا امیر علی ؒ

آپ ؐ کو پہلے سے وصیت فرما کر رحمت اللعالمین بنا دیا، لہٰذا آگے یتیم و مسکین کے بارے میں وصیت فرمائی۔

کلمہ فاما پہلے اجمال کی تفصیل ہوتا ہے۔ گویا آیات سابقہ میں اپنے ضعیف بندوں کے حق میں مہربانی کی وصیت کر کے یہاں تفصیل فرمائی۔ یہ مہربانی اس طرح کہ اگر یتیم بچہ ہو تو جن باتوں سے وہ مقہور ہوتا ہو اور دل شکستہ ہو کر دب جاتا ہو ایسی کوئی بات نہ کیجیو۔ یعنی ایسی بات نہ کرنا کہ جس میں اس کی ذلت و اہانت ہو، اس کے ساتھ لطف و احسان کیجیو۔ فراء ؒ نے کہا کہ اس سے یہ غرض ہے کہ یتیم کو بے وارث جان کر دبانا نہیں، جیسے عرب کے جاہل اپنے قرابتی یتیموں کے مال لے کر خرد بُرد کر جاتے تھے (السراج)۔ اس آیت سے گویا امت کو نیک طریقے سے نصیحت کرنا مقصود ہے۔ ہر شخص یاد کرے کہ اگر وہ بجائے اس یتیم کے ہوتا تو قہر سے اس کا دل کس قدر ٹوٹ جاتا، پس جب دل پر اثر ہو گا تو یتیموں سے ظلم کرنا دفع ہو گا۔

آیت میں سائل سے ہر قسم کا سائل جس کا سوال پورا کرنا ثواب میں داخل ہے، مراد لینا بہتر ہے۔

خطیب ؒ وغیرہ نے لکھا کہ ابراہیم بن ادہم ؒ نے کہا کہ سائل اچھے لوگ ہوتے ہیں کہ ہمارا توشہ آخرت ہمارے لیے اپنے اوپر لادے چلتے ہیں۔ ابراہیم نخعی ؒ نے کہا کہ سائل ہمارے زندوں کی طرف سے ہمارے مُردوں کے یہاں سوغات پہنچانے والے ہیں۔ سائل تمھارے دروازوں پر آتا ہے اور پوچھتا ہے کہ کیا اپنے عزیز کے یہاں کچھ سوغات بھیجو گے۔ زمخشری ؒ نے لکھا کہ رسول اللہ ؐ نے فرمایا کہ جب تو نے سائل کو تین مرتبہ جواب دے دیا' وہ نہیں گیا' تو پھر اس کو جھڑکنے میں تجھ پر ملامت نہیں ہے۔ فتاویٰ عالمگیریہ میں ہے کہ جو لوگ مسجدوں میں نماز پڑھنے والوں سے سوال کرتے ہیں ان کو نہ دینا چاہیے اور ان کو اس حرکت سے منع کیا جائے۔ یہ فقہ اس حدیث سے ہے کہ ایک شخص نے مسجد میں بعد نماز کے کہا کہ کسی نے میرا اونٹ' اس صفت کا جو گم ہو گیا ہے' دیکھا ہو تو بتلا دے۔ آنحضرت ؐ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ تیرا اونٹ تجھے نہ پھیرے۔ ارے تو نے نہ جانا کہ مسجدیں اس کام کے لیے نہیں بنائی گئی ہیں (کمافی الصحیح)۔

واضح ہو کہ لوگوں سے سوال کرنے کی مذمت میں احادیث بکثرت وارد ہیں۔ پس سائل خود دیکھ لے کہ اس کو سوال کرنا حلال ہے یا نہیں۔ فقہا نے فرمایا کہ اگر صبح کے کھانے کو موجود ہو تو اس وقت سوال نہیں جائز ہے' پھر شام کو سوال کرے۔ اور اب سنو کہ جس کسی سے سوال کیا جائے اس کو چاہیے کہ جہاں تک ہو سکے سائل کو محروم نہ پھیرے۔ کیونکہ کبھی راہ میں مسافر کا نفقہ جاتا رہتا ہے' اگرچہ سواری موجود ہوتی ہے اور لباس اچھا ہوتا ہے' تو وہ بضرورت سوال کرتا ہے۔ لہٰذا حدیث میں ہے کہ سائل کے واسطے حق ہے اگرچہ وہ گھوڑے پر آئے (ابن ماجہ وغیرہ)۔

یہ حدیث مشہور ہے' مگر امام احمد ؒ نے اس کو بے اصل قرار دیا ہے۔ ابو داؤد نے بھی اسے حضرت حسین ؓ سے روایت کیا ہے اور عراقی ؒ نے اس کی سند کو جید کہا ہے (روح المعانی)۔

اللہ تعالیٰ کی نعمتیں کوئی پوری نہیں بیان کر سکتا۔ پھر سب سے بڑی نعمت وہ ہے جس سے اللہ تعالیٰ کے نزدیک قرب و منزلت حاصل ہو' اور اسی قسم میں سے طاعات کی توفیق ہے۔ پھر مثلاً جس شخص نے رات میں تہجد وغیرہ عبادت کی' تو علما نے کہا کہ اگر یہ ایسا شخص ہے کہ اگر لوگوں سے بیان کرے تو لوگ اس کی پیروی کر کے خود بھی اسی طرح عبادت شروع کریں گے' تو اس کو بیان کرنا بہتر ہے' اور اگر یہ امید نہ ہو تو بیان نہ کرنا چاہیے۔

خطیب ؒ نے لکھا کہ نعمت کا بیان کرنا شکر ہے' لیکن یہ حکم آنحضرت ؐ کے واسطے عام اطلاق کے ساتھ خاص ہے۔ آپ ؐ کے امتیوں میں سے آدمی کے واسطے یہ بات جب ہی جائز ہو گی جب کہ اس بیان سے اس کی یہ غرض ہو کہ اللہ تعالیٰ کی مہربانی ظاہر کرے اور یہ کہ دوسرے لوگ اس کی پیروی

کریں ' اور یہ خوف نہ ہو کہ لوگوں کے سامنے ظاہر ہو جانے سے اس کے نفس میں غرور و ناموری وغیرہ کا فتنہ ہو گا۔ پھر بھی بیان نہ کرنا افضل طریقہ ہے۔ اگر بیان کرنے میں فقط اسی قدر ہو کہ ریاکاروں کے ساتھ مشابہت ہوتی ہے تو کراہت کے لیے اسی قدر کافی ہے۔

خطیب ؒ نے لکھا کہ نعمت قرآن ہے تو مطلب ہے اس کو پڑھو اور لوگوں کو پڑھ کے سناؤ۔ نبوت ہے تو مطلب یہ کہ جو کچھ اللہ تعالیٰ نے تجھ پر نازل فرمایا وہ پیغام عموماً جہان کے لوگوں تک پہنچاؤ۔ اور بعض نے کہا کہ اس نعمت سے مراد توفیق ہے 'یعنی اللہ تعالیٰ نے تجھے توفیق دی کہ تو یتیم و سائل کا حق بخوبی نگاہ رکھتا ہے۔ اب اس کو بیان کرتا کہ امتی تیری پیروی کریں۔

رازی ؒ و خطیب ؒ وغیرہ نے لکھا کہ اگر سوال ہو کہ یہاں نعمت اللہ تعالیٰ کا حق ہے 'تو یتیم و سائل سے پیچھے کیوں بیان فرمایا' تو جواب ہے: اس لیے تاکہ بندوں کو اللہ تعالیٰ کی معرفت میں سے یہ بات سمجھ میں آ جائے کہ اللہ تعالیٰ غنی ہے ' اس کو کچھ پروا نہیں ہے۔ لیکن یتیم و سائل البتہ تمھاری طرح محتاج ہیں تو ان کے حق نہ مارو۔ واضح ہو کہ فحدث کی جگہ (فاخبر) نہیں کہا یعنی خبر دے دے۔ کیونکہ خبر دینا ایک مرتبہ ہو جاتا ہے اور (فاخبر) باتیں کرنا بار بار ہوتا ہے اور یہ بھولنے کی بات نہیں ہے۔

معارف القرآن: مفتی محمد شفیع ؒ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یتیم کے ساتھ شفقت کے معاملے کی تاکید فرمائی اور اس کے ساتھ دل شکنی کا برتاؤ کرنے سے منع فرمایا۔ ارشاد ہے کہ مسلمانوں کے گھروں میں بہتر گھر وہ ہے جس میں کوئی یتیم ہو اور اس کے ساتھ احسان و محبت کا سلوک کیا جاتا ہو' اور سب سے بُرا گھر وہ ہے جس میں کوئی یتیم ہو اور اس کے ساتھ بُرا سلوک کیا جاتا ہو (رواہ البخاری فی الادب المفرد، و ابن ماجه و البغوی، مظہری)۔

سائل کسی طرح مانے ہی نہیں تو بضرورت زجر بھی جائز ہے۔

مراد یہ ہے کہ آپ اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کا لوگوں کے سامنے ذکر کیا کریں کہ یہ بھی ایک طریقہ شکر گزاری کا ہے۔ یہاں تک کہ آدمی جو کسی آدمی پر احسان کرے اس کا بھی شکر ادا کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔ حدیث میں ہے جو شخص لوگوں کے احسان پر ان کا شکر نہیں کرتا وہ اللہ کا شکر نہیں کرے گا (رواہ احمد و رواتہ ثقات' مظہری)۔

ایک حدیث میں ارشاد ہے کہ جو شخص تم پر کوئی احسان کرے تو چاہیے کہ آپ بھی اس کے احسان کا بدلہ دو' اور اگر مالی بدلہ دینے کی استطاعت نہیں تو یہی کرو کہ لوگوں کے سامنے اس کی تعریف کرو۔ کیونکہ جس نے لوگوں کے مجمع میں اس کی ثنا و تعریف کی تو اس نے شکر گزاری کا حق ادا کر دیا

(رواہ البغوی عن جابر بن عبداللہؓ ' مظہری)۔

سورۃ الضحیٰ سے آخر قرآن تک ہر سورت کے ساتھ تکبیر کہنا سنت ہے اور اس تکبیر کے الفاظ شیخ صالح مصری نے لا الہ الا اللّٰہ و اللّٰہ اکبر بتلائے ہیں (مظہری) ۔ابن کثیر نے ہر سورت کے ختم پر اور بغوی نے ہر سورت کے شروع میں ایک مرتبہ تکبیر کہنے کو سنت کہا ہے مظہری۔ دونوں میں سے جو صورت بھی اختیار کرے ' سنت ادا ہو جائے گی ۔واللہ اعلم

سورۃ الضحیٰ سے آخر قرآن کریم تک بیشتر سورتوں میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر حق تعالیٰ کے خاص انعامات اور آپ کے مخصوص فضائل کا ذکر ہے ' اور چند سورتوں میں قیامت اور اس کے احوال کا۔ قرآن حکیم کا شروع خود قرآن کی عظمت اور ناقابلِ شک وشبہ ہونے سے کیا گیا ' اور ختم قرآن اس ذات کی عظمت و شان پر کیا گیا جس پر قرآن نازل ہوا۔

تدبر قرآن : مولانا امین احسن اصلاحی

یہ ان انعامات کا ' جو اوپر مذکور ہوئے ' حق بیان ہوا ہے ۔ انداز بیان ایسا ہے جس میں ان لوگوں پر نہایت لطیف تعریض بھی ہے جن کا حال پچھلی سورتوں میں بیان ہوا ہے ' کہ ان کو اللہ تعالیٰ نے جو نعمتیں عطا فرمائیں ان کو اس کا انعام سمجھنے اور اس کے شکر گزار ہونے کی بجائے وہ اس گھمنڈ میں مبتلا ہو گئے کہ یہ جو کچھ ان کو ملا ہے یہ اسی کے حقدار ہیں ۔فرمایا کہ تم یہ رَوِش نہ اختیار کرنا 'بلکہ تمھاری یتیمی کی حالت میں تمھارے رب نے جس طرح تم کو پناہ دی ' اسی طرح تم یتیموں کو پناہ دینا ' ان پر شفقت اور کرم کی نظر رکھنا اور ان کے حقوق کی حفاظت کرنا۔ آیت وَتَاْكُلُوْنَ التُّرَاثَ اَكْلًا لَّمًّا (الفجر۸۹:۱۹) کے تحت ہم واضح کر چکے ہیں کہ جاہلی معاشرہ میں زور آور عصبات اور اقربا کمزور وارثوں اور یتیموں کے حقوق دبا بیٹھتے اور ساری وراثت تنہا سمیٹ لیتے ۔ فَلَا تَقْهَرْ کے الفاظ میں اسی صورت حال کی طرف اشارہ ہے ۔فَلَا تَقْهَرْ کے معنی یہ ہیں کہ یتیم کو کمزور پا کر اس کو دبانے اور اس کے حقوق غصب کرنے کی کوشش نہ کرنا۔ آنحضرت ؐ کو یہ تنبیہ ظاہر ہے کہ اس بنا پر نہیں کی گئی کہ آپ ؐ سے اس قسم کے کسی جرم کے صدور کا امکان تھا۔ بلکہ یہ بالواسطہ قریش کے ان زور آوروں کو تنبیہ ہے جن کو پچھلی سورتوں میں ان کے اسی قسم کے غصب حقوق پر سرزنش فرمائی گئی ہے 'لیکن وہ اپنے رویے کی اصلاح کے بجائے رسول کی مخالفت کے لیے اٹھ کھڑے ہوئے ۔اس سورہ میں ان کو نظرانداز کر کے رسولؐ کو ہدایت فرما دی کہ دوسرے جو رویہ بھی اختیار کریں ان کو ان کے حال پر چھوڑو ' تمھیں بہرحال یتیموں کے حقوق کی حفاظت کرنی ہے ۔

لفظ ' سائل ' یہاں محدود معنی میں نہیں بلکہ وسیع معنی میں استعمال ہوا ہے ۔ خواہ سائل اپنے پیٹ

اور تن کی کسی ضرورت کے تحت سوال کرے ' یا اپنی کسی ذہنی و عقلی الجھن سے متعلق سوال کرے ' یا اپنے دین سے متعلق سوال کرے ' غرض جس طرح کی بھی مدد و رہنمائی کا طالب ہو ' حتی الامکان اس کی مدد و رہنمائی کی جائے ' اور اگر اس کا موقع نہ ہو تو خوبصورتی کے ساتھ اس کے سامنے معذرت پیش کر دی جائے ' اس کو جھڑکا اور ڈانٹا نہ جائے ۔ مطلب یہ ہے کہ یہ بات یاد رکھنا کہ ایک دَور تم پر بھی ایسا گزرا ہے جب تم سراپا سوال تھے اور ان سوالوں نے تمھاری زندگی ضیق میں ڈال رکھی تھی ' بالآخر تمھارے رب نے تمھاری ہر خلش دُور فرمائی اور تمھارے ہر سوال کا جواب دیا ۔ اس کا حق یہ ہے کہ تم بھی سائلوں کے ساتھ اچھا سلوک کرنا ' ان لوگوں کی رَوش نہ اختیار کرنا جن کا حال یہ ہے کہ خدا نے ان کو دے رکھا ہے تو مسکینوں اور سائلوں سے ترش روئی سے پیش آتے ہیں اور اگر ابھی کسی گردش میں خدا ان کو پکڑ لے تو کہیں گے کہ خدا نے مجھے ذلیل کر دیا ' اس وقت ان کو یہ بات یاد نہیں آتی کہ انھوں نے خدا کے بندوں کو کس طرح ذلیل کیا ہے ۔

نعمت سے صرف ' وہ غنا مراد نہیں ہے جو حضور ؐ کو حضرت خدیجہ ؓ کے مال سے حاصل ہوا ' بلکہ اصلاً اس سے دین کی وہ حکمت اور شریعت کی وہ دولت مراد ہے جس کی شان قرآن میں یہ بیان ہوئی ہے کہ وَمَنْ یُّؤْتَ الْحِکْمَةَ فَقَدْ اُوْتِیَ خَیْرًا کَثِیْرًا " اور جس کو حکمت عطا ہوئی اس کو خیر کثیر کا خزانہ بخشا گیا (البقرۃ ۲:۲۶۹) ۔ یہاں لفظ فحدث خاص طور پر نگاہ میں رکھیے ۔ یہ مال کی نعمت کے لیے نہیں بلکہ حکمت کی نعمت ہی کے لیے موزوں ہے ۔ فرمایا کہ جس حکمت کے خزانے سے تمھارے رب نے تم کو بہرہ ور کیا ہے اس کی تحدیث کرو ۔ یعنی جس طرح تمھارے رب نے تمھیں مفت بخشا ہے ' تم بھی اس کو مفت بانٹو ' فیاضانہ بانٹو ' ہر آنے جانے والے کے سامنے اس کا چرچا کرو ' اور ہر بزم و انجمن کو اس کے ذکر سے معمور کر دو ۔

تفہیم القرآن : سیّد ابوالاعلیٰ مودودی ؒ

یعنی تم چونکہ خود یتیم رہ چکے ہو ' اور اللہ نے تم پر یہ فضل فرمایا کہ یتیمی کی حالت میں بہترین طریقے سے تمھاری دستگیری کی ' اس لیے اس کا شکرانہ یہ ہے کہ تمھارے ہاتھ سے کبھی کسی یتیم پر ظلم اور زیادتی نہ ہونے پائے ۔

اگر سائل کو مدد مانگنے والے حاجت مند کے معنی میں لیا جائے ' تو اس کا مطلب یہ ہے کہ اس کی مدد کر سکتے ہو تو کر دو ' نہ کر سکتے ہو تو نرمی کے ساتھ معذرت کر دو ' مگر بہرحال اسے جھڑکو نہیں ۔ اس معنی کے لحاظ سے یہ ہدایت اللہ تعالیٰ کے اس احسان کے جواب میں ہے کہ " تم نادار تھے پھر اس نے تمھیں مالدار کر دیا " ۔ اور اگر سائل کو پوچھنے والے ' یعنی دین کا کوئی مسئلہ یا حکم دریافت کرنے والے

کے معنی میں لیا جائے، تو اس کا مطلب یہ ہے کہ ایسا شخص خواہ کیسا ہی جاہل اور اجڈ ہو، اور بظاہر خواہ کتنے ہی نامعقول طریقے سے سوال کرے یا اپنے ذہن کی الجھن پیش کرے، بہرحال شفقت کے ساتھ اسے جواب دو اور علم کا زعم رکھنے والے بدمزاج لوگوں کی طرح اسے جھڑک کر دُور نہ بھگا دو۔ اس معنی کے لحاظ سے یہ ارشاد اللہ تعالیٰ کے اس احسان کے جواب میں ہے کہ "تم ناواقفِ راہ تھے پھر اس نے تمھیں ہدایت بخشی"۔ حضرت ابوالدرداء ؓ، حسن بصری ؒ، سفیان ثوری ؒ اور بعض دوسرے بزرگوں نے اسی دوسرے معنی کو ترجیح دی ہے، کیونکہ ترتیبِ کلام کے لحاظ سے یہ ارشاد وَوَجَدَکَ ضَآلًّا فَھَدٰی کے جواب میں آتا ہے۔

نعمت کا لفظ عام ہے، جس سے مراد وہ نعمتیں بھی ہیں جو اس سورہ کے نزول کے وقت تک اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول پاک ؐ کو عطا فرمائی تھیں، اور وہ نعمتیں بھی جو بعد میں اس نے اپنے ان وعدوں کے مطابق آپ کو عطا کیں جو اس سورہ میں اس نے کیے تھے اور جن کو اس نے بدرجہ اتم پورا کیا۔

پھر حکم یہ ہے کہ اے نبی ؐ، ہر نعمت جو اللہ نے تم کو دی ہے اس کا ذکر اور اس کا اظہار کرو۔ اب یہ ظاہر بات ہے کہ نعمتوں کے ذکر و اظہار کی مختلف صورتیں ہو سکتی ہیں اور ہر نعمت اپنی نوعیت کے لحاظ سے اظہار کی ایک خاص صورت چاہتی ہے۔

مجموعی طور پر تمام نعمتوں کے اظہار کی صورت یہ ہے کہ زبان سے اللہ کا شکر ادا کیا جائے، اور اس بات کا اقرار و اعتراف کیا جائے کہ جو نعمتیں بھی مجھے حاصل ہیں، یہ سب اللہ کا فضل و احسان ہیں، ورنہ کوئی چیز بھی میرے کسی ذاتی کمال کا نتیجہ نہیں ہے۔ نعمت نبوت کا اظہار اس طریقہ سے ہو سکتا ہے کہ دعوت و تبلیغ کا حق ادا کیا جائے۔ نعمت قرآن کے اظہار کی صورت یہ ہے کہ لوگوں میں زیادہ سے زیادہ اس کی اشاعت کی جائے اور اس کی تعلیمات لوگوں کے ذہن نشین کی جائیں۔ نعمتِ ہدایت کا اظہار اسی طرح ہو سکتا ہے کہ اللہ کی بھٹکی ہوئی مخلوق کو سیدھا راستہ بتایا جائے اور اس کام کی ساری تلخیوں اور ترشیوں کو صبر کے ساتھ برداشت کیا جائے۔ یتیمی میں دستگیری کا جو احسان اللہ تعالیٰ نے کیا ہے اس کا تقاضا یہی ہے کہ یتیموں کے ساتھ ویسے ہی احسان کا سلوک کیا جائے۔ نادار سے مال دار بنا دینے کا جو احسان اللہ نے کیا اس کا اظہار یہی صورت چاہتا ہے کہ اللہ کے محتاج بندوں کی مدد کی جائے۔ غرض یہ ایک بڑی جامع ہدایت تھی جو اللہ تعالیٰ نے اپنے انعامات و احسانات بیان کرنے کے بعد اس مختصر سے فقرے میں اپنے رسول مقبول ؐ کو دی۔ (اخذ و ترتیب: خرم مراد)